بحث ونظر

جماع کے آداب

(زیر طبع کتاب 'اسلام کا نظریہ جنس' کا ایک حصہ)

سلطان احمد اصلاحی

اسلام جنس (sex) کو طہارت وپاکیزگی کے کس بلند مقام تک پہنچاتا ہے اس کا اندازہ ان حدود وآداب کی تفصیل سے کیا جاسکتا ہے جو اس نے جنسی عمل اور جنسی حرکت (SEXUAL ACTIVITY) کے آخری نقطہ مباشرت یا مجامعت (COITUS) کے موقعہ کے لیے فراہم کی ہے۔ اسلام کا طرہ ہے کہ وہ انسان کی پوری زندگی کو خدا کی یاد سے معمور کرتا ہے۔ جنس میں پڑکر انسان خدا کو بھول جاتا ہے۔ موجودہ دور میں اس چیز نے انسان کو جس طرح غافل اور مدہوش کیا ہے اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔ جب شادی اور نکاح ہی غیر ضروری اور فضول قرار پاجائے تو جنس کے دوسرے مہذب آداب کو کون خاطر میں لاتا ہے۔ اسلام جنس کے اظہار کے لیے نکاح کی شرط کے ساتھ اپنی منکوحہ کے ساتھ مباشرت کے آخری جنسی عمل کو باادب اور پابند حدود کر کے جنس (SEX) کو حیوانیت سے اٹھاکر روحانیت کے بلند ترین مرتبہ پر فائز کرتا ہے۔ ذیل میں مباشرت ومجامعت کے ان آداب کی تفصیل کی جاتی ہے۔

۱۔ وضو اور دعا

مباشرت کا پہلا ادب ہے کہ اس میں پڑنے سے پہلے آدمی وضو کا اہتمام کرے۔ معلوم ہے کہ اسلام میں سونے کا ادب ہے کہ انسان کے لیے باوضو سونا بہتر ہے[1] دوسری حدیث میں ہمیشہ وضو سے رہنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی علامت قرار دیا ہے[2] اس کے علاوہ اس سے طبیعت

---

[1] ترمذی جلد ۲۔ ابواب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء اذا آوی الی فراشہ۔ [2] موطا امام مالک، باب جامع الوضوء

میں جو تازگی اور نشاط پیدا ہوتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ اس موقع پر آدمی کا وضو نہ ہو تو اس کے لیے وضو کر لینا بہتر ہے۔

خاص تعلق سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے:

بسم اللہ اللھم جنبی الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا[1]	اللہ کے نام سے۔ خدایا مجھے شیطان سے بچا اور مجھے تو جو اولاد عطا کرے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کے پاس آتے وقت جو کوئی اس دعا کا اہتمام کرے گا تو قدرت کی طرف سے اگر کسی اولاد کا فیصلہ ہوگا تو شیطان ہرگز اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے گا[2] یہ دعا پوری یاد نہ ہو تو بسم اللہ ضرور پڑھ لے۔ آیت کریمہ کے ٹکڑے 'وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ' (البقرہ: ۲۲۳) اور (بیویوں کے پاس آتے ہوئے) اپنے لیے آگے بڑھاؤ' کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے[3]

۲۔ مباشرت سے قبل ملاعبت

جماع کا دوسرا ادب مباشرت سے قبل ملاعبت یعنی جنسی کھیل ہے۔ مرد کے لیے مستحب ہے کہ بیوی سے خاص تعلق سے پہلے اس کے ساتھ جنسی کھیل کرے تاکہ اس کی شہوت ابھر جائے اور اسے بھی مباشرت کی وہ لذت حاصل ہو جو مرد کو حاصل ہوتی ہے[4] اسلام انسان کی پوری زندگی کو طہارت اور پاکیزگی کے راستے پر لگاتا ہے۔ انسان کا اپنی بیوی سے جنسی تعلق بھی، اگر وہ اس کے مطلوبہ آداب اور اسلام میں اس کے پیش نظر مقاصد کی تکمیل کی غرض سے ہو، ایک پاک عمل ہے۔

_____ مکتبہ تجاریہ کبریٰ (مصر)، مسند احمد: ۵/۲۷۷، ۲۸۰، ۲۸۲۔ ایضاً رواہ ابن ماجہ والدارمی، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۱، کتاب الطہارۃ، فصل ثانی۔ [1] بخاری جلد ۲، کتاب النکاح، باب مایقول الرجل اذا اتی اہلہ، مسلم جلد ۲، کتاب النکاح۔ باب مایستحب ان یقولہ عند الجماع۔ نیز: ترمذی جلد ۱، ابواب ماجاء فیما یقول اذا دخل علی اہلہ۔ قال الترمذی ہٰذا حدیث حسن صحیح۔ ابوداؤد، جلد ۱، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح۔ ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب مایقول الرجل اذا دخلت علیہ اہلہ۔ [2] بخاری، حوالہ سابق۔ [3] تفسیر الجلالین، دار المعرفۃ، بیروت طبع اولی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۵۔ مکتبۃ الجمہوریۃ العربیۃ، مصر وغیرہا۔ [4] المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۵۔

جس پر جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے بندۂ مومن اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے[۱] اس کا تقاضا ہے کہ جنس کے ہیجان میں آدمی اپنی بیوی پر دفعتہً نہ ٹوٹ پڑے بلکہ جنسی کھیل کے ذریعہ اسے پیشگی تیار کرنا ضروری ہے۔ مغرب میں خدا اور رسولؐ کے احکامات سے منہ موڑ کر انسان نے جنس (sex) کے معاملے میں اپنے کو جانوروں سے بھی نیچے گرا لیا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ 'امریکہ میں نوجوان مرد و زن جب باہم ملتے ہیں تو وہ ابتدائی کلمات محبت بھی ادا نہیں کرتے جو جانور بھی جسمانی ملاقات سے قبل کورٹ شپ کے طور پر کرتے ہیں' بلکہ جب وہ ایک دوسرے کی جانب بڑھتے ہیں' ان کی آنکھوں میں چمک اور کھلم کھلا دعوت ہوتی ہے اور ان کی تمام حرکات زبان حال سے پکارتی ہیں' آؤ' بس جلدی سے آخری عمل تک پہنچ جائیں[۲] اسلام جنس (sex) کو جو طہارت اور پاکی عطا کرتا ہے اس کے پیش نظر اس کے طور طریقے اس سے بالکل مختلف ہیں۔ اس کے نزدیک بیوی سے خاص تعلق سے پہلے جنسی کھیل، بیوی کو بوسہ، اس کی زبان چوسنے اور اس سے بغل گیر ہونے وغیرہ کے ذریعہ سے اسے ہموار کرنا ضروری ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنسی کھیل سے پہلے بیوی سے خاص تعلق قائم کرنے سے منع فرمایا ہے: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المواقعۃ قبل الملاعبۃ[۳] دوسری روایت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباشرت کے اس ادب کی تعلیم دی ہے۔ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

---

[۱] صحیح مسلم، جلد ۳، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف۔

[۲] بحوالہ اسلام اور جدید مادی افکار / ۳۵۳۔ محولہ بالا

[۳] زاد المعاد: ۴/ ۲۵۳۔ اسی تسلسل میں علامہ ابن قیم نے سنن ابو داؤد کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بوسہ دیتے اور ان کی زبان چوستے تھے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل عائشۃ ویمص لسانھا۔ زاد: ۴/ ۲۵۳۔ لیکن ابو داؤد میں حضرت عائشہ کی پوری روایت اس طرح ہے:

کان یقبلھا وھو صائم — آپؐ انھیں بوسہ لیتے تھے دریں حالیکہ آپ روزے سے

ویمص لسانھا — ہوتے تھے۔ نیز آپؐ ان کی زبان کو چوستے تھے۔

ابو داؤد جلد ۱۔ کتاب الصیام میں مصنف نے اس پر باب باندھا ہے: باب الصائم یبلع الریق۔ یعنی اس کا باب کہ روزہ دار تھوک کو نگل سکتا ہے۔ اس صورت میں اس روایت کا سیاق بالکل دوسرا ہو جاتا ہے۔ جس کا تعلق صعنہ دار کے لیے اس حالت میں اپنی بیوی کو بوسہ لینے کی صورت میں اس حد تک آگے بڑھنے کی اجازت سے ہے۔ اس سے پہلے —

لا یقعن احدکم علی امرأته کما تقع البھیمة و لیکن بینکما رسول، قیل: وماالرسول یارسول اللہ؟ قال: القبلة والکلام [۱]	تم میں کا کوئی شخص اپنی عورت پر اس طرح نہ لوٹ پڑے جس طرح کہ جانور لوٹ پڑتا ہے۔ بلکہ تمھارے درمیان ایک پیغام رساں ہونا چاہیے۔ دریافت کیا گیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! یہ پیغام رساں کیا ہے؟ ارشاد ہوا: بوسہ اور الفت و محبت کی باتیں۔

اسی روایت کا ایک حصہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

ثلاث من العجز فی الرجل: أن یلقی من یحب معرفته فیفارقه قبل أن یعلم اسمه و نسبه، والثانی: أن یکرمه احد فیرد علیه	آدمی میں تین چیزیں اس کی کم ہمتی کی دلیل ہیں۔ ۱۔ اس کی ملاقات ایسے شخص سے ہو جس کی جان پہچان کو وہ پسند کرتا ہو۔ لیکن وہ اس سے جدا ہو جائے اس سے پہلے کہ وہ اس کے نام اور اس کے خاندان کو معلوم کرے۔ ۲۔ دوم

کتاب الصیام میں امام ابوداؤد نے جو باب باندھا ہے وہ ہے: باب القبلة للصائم۔ یعنی اس کا باب کہ روزہ دار اپنی بیوی کو بوسہ لے سکتا ہے۔ آگے کا باب مذکور باب الصائم یبلع الریق، گویا اس باب کا تتمہ ہے۔ اس کے معاً بعد جو باب ہے وہ اس کی تکمیل کرتا ہے یعنی کہ باب کراہیة للشاب۔ یعنی جوان آدمی کے لیے روزہ کی حالت میں سادہ بوسہ اور آگے کی مذکورہ ہیئت مکروہ ہے۔ اس موقع پر شاید علامہ ابن قیم کو سہو ہو گیا ہے جو انھوں نے روایت زیر بحث کو مباشرت سے قبل ملاعبت کی قبیل کے بوسے اور زبان چوسنے کے تحت بیان کر دیا ہے۔ زاد المعاد سفر کی حالت میں لکھی گئی ہے۔ اس لیے اس میں اس طرح کی چوک کا ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔ محولہ ایڈیشن کے محققین نے اس طرح کے دوسرے مقامات کی نشاندہی کی ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ اس موقع پر ان کی نگاہ کیسے چوک گئی اور انھوں نے خاموشی اختیار کی ہے۔

[۱] احیاء علوم الدین: ۲/۵۰ قال العراقی رواہ ابومنصور الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث انس وھو منکر۔ المغنی مع الاحیاء۔ حوالہ سابق۔ فقہا کے طرز پر عمل کرتے ہوئے اس طرح کی کمزور روایات پر عمل بھی تقاضائے احتیاط معلوم ہوتا ہے۔ نفس یہ مضمون عقل عام کے علاوہ دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ آگے شب عروسی کے مخصوص آداب میں اس کی تفصیل ہے۔

كرامته، والثالث: أن يقارب الرجل جاريته أو زوجته فيصيبها قبل أن يحدثها و يوانسها، ويضاجعها فيقضي حاجته قبل أن تقضي حاجتها منه۔[1]

یہ کہ کوئی شخص اس کے اعزاز واکرام کا کوئی سامان کرے لیکن وہ اس کے اعزاز واکرام کو واپس لوٹا دے۔ ۳۔ سوم یہ کہ آدمی اپنی لونڈی یا اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے ہم بستر ہو جائے اس سے پہلے کہ اس سے کچھ بات چیت کرے اور اس سے انسیت پیدا کرے۔ اس طرح وہ اس سے تو اپنی ضرورت پوری کرلے لیکن وہ اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے۔

اس روایت کے آخری ٹکڑے میں جو بات کہی گئی ہے یعنی کہ بیوی کی ضرورت کو پورا کیے بغیر اپنی ضرورت پوری کرلے۔ یہ بہت بامعنی ہے۔ مباشرت سے قبل جنسی کھیل کی صورت ہی میں عورت کے عضو خاص میں وہ رطوبت اور چکناہٹ پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں فطری طور پر اور سہولت کے ساتھ مباشرت کا عمل کیا جا سکتا ہے۔ اچانک مباشرت کی صورت میں اس چکناہٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے عورت کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور اس ناگوار مباشرت سے اس کی جنسی تسکین کا معاملہ بھی بالکل تشنہ اور ناتمام رہتا ہے۔

۳۔ بے ستری سے اجتناب

مباشرت کا ایک ادب یہ ہے کہ اس وقت آدمی کو بالکل بے ستر نہیں ہونا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ حضرت عتبہ بن عبد السلمی کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اتى احدكم اهله فليستتر ولا يتجرد تجرد العيرين[2]

جب تم میں کا کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے تو چاہیے کہ پردہ سے رہے۔ گدھوں کے

---

[1] احیاء علوم الدین: ۲/۵۰۔ ابو منصور دیلمی فی مسند الفردوس من حدیث انس۔ حدیث مذکور کا ایک حصہ۔ المغنی مع الاحیاء، حوالہ سابق

[2] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب التستر عند الجماع۔ اس کے دو راوی ضعیف ہیں۔ جن میں سے ایک منکر الحدیث ہے۔ حاشیہ السندی علی ابن ماجہ/۱۳۹ محولہ بالا۔ ایضاً قال العراقی سندہ ضعیف۔ المغنی مع احیاء العلوم الدین: ۲/۵۰

مانند بالکل بے لباس نہ ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث جس میں آپ نے علی الاطلاق برہنگی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے۔

ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الاعند الغائط وحین یفضی الرجل الیٰ اھلہ فاستحیوھم واکرموھم[1]	ننگے ہونے سے سختی سے پرہیز کرو۔ اس لیے کہ تمھارے ساتھ وہ (فرشتے) رہتے ہیں جو کبھی تم سے الگ نہیں ہوتے۔ سوائے رفع حاجت کے وقت اور اس وقت جب مرد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کرو۔

اس حدیث میں صرف دو موقعوں پر ستر کھولنے کی اجازت دی گئی ہے۔ رفع حاجت کے وقت دوسرے اس وقت جب آدمی اپنی بیوی سے تنہائی میں ملتا ہے۔ رفع حاجت کے وقت آدمی بالکل بے ستر نہیں ہو جاتا بلکہ ضرورت کے بقدر ہی اپنے ستر کو کھولتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی سے خاص تعلق کے وقت بھی میاں بیوی کو بقدر ضرورت ہی اپنے ستر عورت کو کھولنا چاہیے۔ بالکل برہنگی نہیں اختیار کرلینی چاہیے کہ جسم پر ایک سوت بھی نہ رہے۔ اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث پر بھی دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ حضرت بہز بن حکیم کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں میرے والد حکیم میرے دادا معاویہ ابن حیدہ قشیری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ستر عورت کے سلسلے میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ کہاں تک ہمارے لیے پابندی اور کہاں تک آزادی ہے: قلت یا رسول اللہ عوراتنا ما نأتی منہا وما نذر؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

قال احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک فقال الرجل یکون	اپنی ستر عورت کو چھپاؤ سوائے اپنی بیوی کے اور اپنی باندی کے۔ اس پر راوی نے عرض کیا کہ مرد اپنے ہی جیسے مرد کے ساتھ ہوتا

---

[1] ترمذی جلد ۲ ابواب الادب۔ باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع۔ قال الترمذی ہٰذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من ہٰذا الوجہ

مع الرجل قال ان استطعت ان لا یراها احد فافعل قلت فالرجل یکون خالیا قال فالله احق ان یستحیا منه[۱]

ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم یہ کر سکو کہ تمھارا ستر عورت کو کوئی نہ دیکھے تو ایسا ضرور کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آدمی بسا اوقات تنہائی میں ہوتا ہے اس کی بابت آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم وحیا کی جائے۔

اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ گو کہ آدمی کے اوپر اپنی بیوی اور باندی کے سلسلے میں کوئی پابندی نہیں ہے لیکن خاص اوقات میں اسے بالکل بے نزوبے لباس نہ ہونا چاہیئے۔ آدمی جب بالکل تنہائی میں ہو تو یکسر بے ستر ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی موجودگی کے حوالے سے اسے اسلام کی مطلوبہ حیا کے منافی قرار دیا گیا ہے۔ پس جس طرح تنہائی میں بلاضرورت کسی کا بالکل بے ستر ہونا مناسب نہیں، بیوی سے خاص تعلق کے وقت بھی ضرورت سے زیادہ بے ستری بہتر نہیں۔ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب نیل الاوطار نے بجا طور پر کہا ہے:

ففی ھذا الحدیث الامر بستر العورۃ فی جمیع الاحوال والاذن بکشف مالابد منه للزوجات والمملوکات حال الجماع ولکنه ینبغی الاقتصار علی کشف المقدار التی تدعو الضرورۃ الیه حال الجماع ولا یحل التجرد کما فی حدیث عتبۃ المذکور[۲]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر عورت کو تمام حالات میں چھپانے کا حکم ہے۔ اس کے جس قدر حصے کا کھولنا ناگزیر ہو، اس کی اجازت صرف بیویوں اور لونڈیوں کے حق میں مباشرت کے وقت ہے لیکن اس موقع پر بھی اس کا اتنا ہی حصہ کھولنا چاہیئے جتنے کی کہ مباشرت کے وقت ضرورت ہو۔ آدمی کے لیے بالکل برہنہ ہو جانا جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت عتبہ کی مذکورہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔

---

[۱] ترمذی جلد ۲۔ ابواب الادب۔ باب ماجاء فی حفظ العورۃ۔ قال الترمذی ہذا حدیث حسن۔ نیز ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب التستر عند الجماع [۲] نیل الاوطار: ۶/۱۹۵

اس مقصد کے لیے عام حالات میں مباشرت کے وقت اوپر سے کوئی کپڑا یا چادر ڈال لینا مناسب ہے۔ مباشرت کے وقت بالکل برہنگی اور بے ستری کا یہ نقصان اپنی جگہ ہے کہ اس کے نتیجے میں بلاوجہ پریشان نظری سے طبیعت کا ارتکاز مجروح ہوتا اور قوت منتشر ہوتی ہے جس سے مقاربت کی مطلوبہ لذت میں کمی آجاتی ہے۔

۴۔ وضو اور غسل کا اہتمام

مباشرت کا ایک ادب یہ ہے کہ آدمی کے ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور ایک ہی رات میں وہ ان سب کے پاس جانا چاہے تو ایک کے بعد دوسری کے یہاں جانے سے پہلے نیا غسل کر لینا چاہیے۔ حدیث سے گنجائش ہے کہ آدمی ایک ہی غسل سے اپنی کئی بیویوں کے پاس جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی تمام بیویوں کے یہاں چکر لگا لیتے تھے[۱] لیکن زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے کہ ایک بیوی کے بعد دوسری بیوی کے یہاں جانے سے قبل تازہ وضو کرے جیسا کہ سنن ابوداؤد کی روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مولی حضرت ابورافع کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اپنی تمام ازواج مطہرات کے یہاں چکر لگایا۔ ان میں سے ہر عورت کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ غسل فرمایا۔ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آپ نے ایک ہی غسل پر اکتفا فرمایا ہوتا۔ جواب میں ارشاد ہوا۔

ھٰذا ازکی واطیب واطھر[۲]	یہ زیادہ پاکی، زیادہ خوش گواری اور زیادہ صفائی کا موجب ہے۔

غسل کے بغیر ایک ہی وقت میں آدمی ایک سے زائد بار مباشرت کرنا چاہتا ہو تو دوسری مباشرت سے پہلے وضو کر لینا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری

---

[۱] صحیح مسلم جلد ۱ کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء لہ وغسل الفرج اذا اراد أن یاکل او یشرب او ینام او یجامع۔ [۲] ابوداؤد جلد ۱ کتاب الطہارۃ، باب الوضوء لمن اراد أن یعود ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب فی الجنب اذا اراد العود توضأ۔

کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اتی احدکم اھلہ ثم اراد العود فلیتوضأ [1]

جب تم میں کا کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس، پھر وہ دوبارہ آنا چاہے تو چاہیئے کہ وضو کرے۔

امام حاکم کی روایت میں اس پر اضافہ ہے جس سے اس کی حکمت کا پتہ چلتا ہے:

فانہ أنشط للعود [2]

اس لیے کہ یہ دوبارہ آنے کے لیے زیادہ نشاط کا باعث ہے۔

دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں:

اذا جامع الرجل اول اللیل ثم اراد ان یعود توضا وضوءہٗ للصلوٰۃ [3]

جب کوئی شخص رات کے پہلے پہر میں ہمبستری کرے پھر وہ دوبارہ ایسا کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ (اس سے پہلے) نماز کے وضو کی طرح اچھی طرح وضو کرے۔

آدمی کا دوسری بار مباشرت کا ارادہ نہ ہو اس کے باوجود وہ نہائے بغیر سونا چاہے تو اس صورت میں بھی اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ سونے سے پہلے باقاعدہ وضو کر کے سوئے۔ ہشام بن عروہ کی اپنے والد عروہ سے روایت ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں:

اذا اصاب احدکم المرأۃ ثم اراد ان ینام قبل أن یغتسل فلا ینم حتی یتوضا وضوءہٗ للصلوٰۃ [4]

جب تم میں کا کوئی شخص عورت سے صحبت کرے پھر وہ نہانے سے پہلے سونا چاہے تو وہ نہ سوئے تا آنکہ نماز کے وضو کی طرح اچھی طرح وضو نہ کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ جنابت سے قبل جب آپؐ سونا چاہتے تو سونے

---

[1] مسلم جلد ۱ کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب الخ۔ ابوداؤد، حوالہ سابق۔ ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ باب فیمن یغتسل عند کل واحدۃ غسلا۔ [2] سبل السلام شرح بلوغ المرام: ۱/۴۳۔ مکتبہ عاطف، مصر تصحیح و تعلیق: محمد عبدالعزیز خولی [3] بحوالہ، المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۶ [4] مؤطا جلد ۱ باب وضوء الجنب اذا اراد أن ینام او یطعم قبل أن یغتسل۔

سے قبل نماز کی طرح باقاعدہ وضو فرما لیتے تھے[1] حضرت عمرؓ نے جنابت کی حالت میں سونے کا آپؐ سے مسئلہ دریافت فرمایا تو اس کے جواب میں بھی یہی ارشاد ہوا کہ سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے۔ اس کے بعد جب چاہے غسل کرے[2] دوسری روایت میں اس پر اضافہ ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وضو کے ساتھ شرمگاہ کو بھی دھونے کا حکم دیا[3] غسل کے سلسلے میں حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں یہ بھی صراحت ہے کہ جنابت کی حالت میں سونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تھے اور بسا اوقات غسل کے بغیر صرف وضو کر کے سو جاتے تھے[4] اگرچہ نسائی کے علاوہ سنن کی تمام دوسری کتابوں میں صراحت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار وضو، غسل کسی بھی انداز میں پانی کے استعمال کے بغیر سو جاتے تھے[5] بعد میں جب اٹھتے تو غسل فرما لیتے[6] سنن بیہقی اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے اس پر اضافہ ہوتا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں ہوتے اور سونا چاہتے تو وضو فرما لیتے یا کبھی تیمم سے بھی کام چلا لیتے تھے[7] دینِ یسر کی فراہم کردہ یہ سہولیات ہیں۔ اپنی ہمت کے مطابق آدمی ان سے انتخاب کر سکتا ہے۔ جنابت کی حالت میں سونے کے علاوہ آدمی اگر کچھ کھانا پینا چاہے تو اس صورت میں بھی وضو کر لینا بہتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں اس کی بھی صراحت ہے[8]

بیوی سے صحبت کے بعد وضو اور غسل میں طہارت و نظافت کا تو اہتمام ہے ہی جو خدا تعالیٰ کو بے حد پسند ہے، حفظانِ صحت کے پہلو سے بھی اس کی افادیت مسلم ہے۔ اس سے طبیعت میں چستی اور نشاط پیدا ہوتا ہے اور جماع کے نتیجے میں جسم کی جو قوت زائل ہوتی ہے اس کی بحالی کا سامان ہوتا ہے[9] بعض خطرناک بیماریوں سے بچاؤ کا بھی یہ فطری طریقہ ہے بڑے حکماء نے اس کی صراحت کی ہے[10]

۵۔ جماع کا وقت

قرآن نے عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا ہے۔ شوہر اپنی بیوی کے پاس رات اور دن کے جس

---

۱ تا ۴ مسلم، حوالہ سابق۔ ۵ بحوالہ آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ للالبانی/۳۹، منشورات المکتب الاسلامی (بیروت) ۱۳۸۸ھ ۶ حوالہ سابق ۷ حوالہ مذکور/۴ ۸ مسلم، حوالہ سابق۔ ۹ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۴/۲۵۴ ۱۰ احیاء علوم الدین: ۲/۵۰، ۵۱

وقت میں چاہے آ سکتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ: (۲۲۳) میں "اَنّٰی شِئۡتُمۡ" کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے۔

وقوله تعالیٰ (فَأۡتُوا حَرۡثَكُمۡ أَنّٰی شِئۡتُمۡ) ای ای وقت شئتم[1] — اللہ تعالیٰ کا قول؛ تم اپنی کھیتی میں آؤ الخ۔ یعنی جب اور جس وقت چاہو آؤ۔

لیکن جماع کا بہترین وقت وہ ہے جب رات کا ایک حصہ گزر چکا ہو[2] اس سے طلب صادق کی توضمانت حاصل ہوتی ہی ہے جو نفع بخش مجامعت کے لیے ضروری ہے[3] رات کے ابتدائی حصے میں جماع کی کراہت میں روحانیت کا پہلو بھی ہے کہ اس صورت میں لمبے وقفے کے لیے آدمی کو عدم طہارت کی حالت میں سونا پڑے گا[4] پیٹ بھری ہوئی حالت میں مجامعت سے اطبار نے بھی منع کیا ہے۔ اس سے آدمی کے بدن میں کمزوری پیدا ہوتی ہے[5]

۶۔ جماع کی ہیئت

جماع کی بہترین ہیئت یہ ہے کہ مرد اوپر اور عورت نیچے ہو۔ قرآن نے جو مردوں کو عورتوں پر بالا (قوام) ٹھہرایا ہے تو اس کا یہی تقاضا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ (نساء: ۳۴) مرد عورتوں پر بالا ہیں۔

دوسرے موقع پر عورت اور مرد دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لباس ٹھہرایا گیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمۡ وَأَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ: ۱۸۷) — تم ان کے لیے لباس ہو اور وہ تمھارے لیے لباس ہیں۔

اس سے بھی جماع کی اسی ہیئت کا اشارہ نکلتا ہے۔ مکمل اور بھرپور لباس کی یہی صورت ہوتی ہے۔ مرد کا بستر اس کے لیے لباس ہوتا ہے اور عورت کا لحاف اس کے لیے لباس ہوتا ہے۔ اسی نسبت سے شوہر اور بیوی کو دونوں کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔ اس تعبیر کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ مباشرت کے وقت عورت لبسا اوقات مرد سے لپٹ جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لباس کی صورت

---

[1] احیاء: ۲/ ۵۰ [2] زاد المعاد: ۴/ ۲۶۵ [3] زاد المعاد: ۴/ ۲۵۴ [4] احیاء علوم الدین: ۲/ ۵۰
[5] زاد المعاد: ۴/ ۸ ۴

اختیار کر لیتے ہیں۔[1] اس کے علاوہ حدیث میں عورت کو صاف طریقے پر بستر سے تعبیر کیا گیا ہے:

الولد للفراش[2] لڑکا اس (شوہر) کا ہوگا جو بستر کا مالک ہے۔

اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب عورت بستر ہے تو مباشرت کے وقت اسے مرد کے نیچے ہونا چاہیئے۔[3]

قرآن و حدیث کے دوسرے واضح اشارات بھی مباشرت کی اسی ہیئت کے حق میں ہیں سورۂ اعراف میں توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے ذیل میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ الآیہ (الاعراف: ۱۸۹)

اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تم کو ایک ذات (آدم) سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا ٹھہرایا تاکہ اس سے اس کو سکون حاصل ہو۔ تو جب مرد عورت کے اوپر چھا جاتا ہے تو وہ ہلکے طور پر زیر بار ہوتی ہے۔ پھر (ایک وقت تک) وہ اس بوجھ کو لیے پھرتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ مرد کو عورت سے جو ہم پہلو سکون حاصل ہوتا ہے اس میں جنسی راحت و سکون، سب پر مقدم ہے۔ چنانچہ عورت کے اندر جنس (SEX) کی یہی آمیزش ہے جس کے نتیجے میں مرد کو اس سے وہ تسکین حاصل ہوتی جو اسے کہیں اور سے حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ راحت و سکون کے ذکر کے فوراً بعد جنسی آسودگی کا تذکرہ ہے۔

ساتھ ہی اس سے مباشرت کی پسندیدہ ہیئت کا بھی بیان ہو جاتا ہے۔ مرد کے عورت کے اوپر چھانے کی صورت یہی ہے کہ مجامعت میں مرد اوپر اور عورت نیچے ہو۔

---

[1] زاد: ۴/۲۵۵
[2] بخاری جلد ۲ کتاب الوصایا، باب قول الموصی لولدہ تعاہد ولدی الخ۔ مسلم جلد ۱ کتاب الرضاع باب الولد للفراش و توقی الشبہات۔ ترمذی جلد ۱ ابواب الرضاع، باب ماجاء أن الولد للفراش۔ ابن ماجہ ابواب النکاح، باب الولد للفراش وللعاہر الحجر۔ [3] زاد المعاد: ۴/۲۵۵

آیات کریمہ:

۱۔ أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ (الواقعہ: ۵۸) — کیا پس تم نے دیکھا وہ جو تم منی ٹپکاتے ہو۔

۲۔ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ (النجم: ۴۶) — پانی کے بوند سے جبکہ اسے ٹپکایا جاتا ہے۔

۳۔ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ (القیامہ: ۳۷) — کیا انسان منی کا قطرہ نہ تھا جسے (رحم مادر میں) ٹپکایا گیا۔

کا بھی یہی مقتضا ہے۔ مرد کے منی ٹپکانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ مجامعت کے وقت اسے عورت کے اوپر ہونا چاہیئے۔ پہلی آیت کریمہ میں تو خطاب مردوں سے ہے ہی، دوسری دونوں آیات کریمہ میں بھی نطفہ کا ٹپکایا جانا ظرف اور محل کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ ظرف اور محل عورت کی بچہ دانی ہی ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں اس کی صاف صراحت ہے۔ موجبات غسل کے بیان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے:

اذا جلس بین شعبہا الاربع ثم جہدھا فقد وجب الغسل[۱] — جب مرد عورت کے چاروں کناروں پر بیٹھ جائے پھر اس کے ساتھ مل کر خوب تھک جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث پاک میں غسل کے مسئلہ کے بیان کے ساتھ مباشرت کی مطلوبہ ہیئت کو مزید کھول دیا گیا ہے۔ مرد کو نہ صرف یہ کہ عورت کے اوپر ہونا چاہیئے بلکہ اسے اس کے اوپر اس طور پر ہونا چاہیئے کہ وہ اس کے لیے پوری طرح بچھ چکی ہو۔ "بین شعبہا الاربع" یعنی عورت کے چاروں حصوں کے درمیان بیٹھنے کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری روایت میں اس کو بالکل کھول دیا گیا ہے۔

اذا غشی الرجل امرأتہ فقعد بین شعبہا الخ[۲] — جب مرد اپنی عورت پر چھا جائے پھر اس کے چاروں کنارے کے بیچ بیٹھ جائے۔ الخ

شُعَب، شُعْبَۃ کی جمع ہے جس کے معنی کنارے[۳] اور کسی چیز کے ٹکڑے[۴] کے ہیں۔

---

[۱] بخاری جلد ۱ کتاب الغسل، باب اذا التقی الختانان۔ صحیح مسلم جلد ۱ کتاب الحیض، باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانین ایضاً رواہ احمد والترمذی وصححہ، نیل الاوطار ۱/۲۲۱ [۲] فتح الباری: ۱/۲۷۲

[۳] نووی شرح مسلم مع المسلم: ۱/۱۵۶ [۴] فتح الباری: ۱/۲۷۲

حدیث بالا میں عورت کے چاروں کناروں یا اس کے چاروں ٹکڑوں سے مراد عورت کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں یا دونوں پاؤں اور دونوں رانیں یا دونوں پنڈلیاں اور دونوں رانیں ہیں۔ ابن دقیق العید اسی کی ترجیح کے قائل ہیں[۱] یا اس سے مراد عورت کی شرمگاہ کے چاروں کنارے ہیں قاضی عیاض اس کو راجح قرار دیتے ہیں[۲] ان میں سے جو بھی مراد لیا جائے اتنی بات واضح ہے کہ مباشرت کے وقت نہ صرف یہ کہ مرد کو عورت کے اوپر بلکہ اسے اس کے اوپر پوری طرح چھایا ہونا چاہیئے۔

قرآن میں عورتوں کو مردوں کی کھیتی قرار دیا گیا ہے اور ان کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہیں آسکتے ہیں۔

نِسَاۤؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۔ (البقرہ:۲۲۳)	تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آو۔

اس کا تقاضا ہے کہ مرد اپنی عورت کے ساتھ مباشرت کی جو من پسند صورت بھی چاہے اختیار کر سکتا ہے لیکن قرآن وحدیث کے مذکورہ بالا اشارات و تصریحات کا تقاضا ہے کہ مباشرت کی ہیئت میں جو بھی تنوع ہو مرد کو بہر حال عورت کے اوپر ہونا چاہیئے۔

جماع کی بدترین ہیئت ہے کہ مباشرت کے وقت مرد نیچے اور عورت اوپر ہو۔ قرآن و سنت کے مذکورہ اشارات و تصریحات سے تو اس کی نفی ہوتی ہی ہے، مباشرت کی اس ہیئت میں طبی نقصان کا بھی پہلو ہے۔ اس لیے کہ اس صورت میں مرد کی منی کا اخراج پورے طور پر نہیں ہو پاتا۔ عضو تناسل میں اس کا کچھ حصہ رکا رہ جاتا ہے جو بعد میں سڑتا اور نقصان اور فساد کی مختلف صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔ نیز اس صورت میں مرد کے عضو تناسل پر عورت کے عضو مخصوصہ سے بہت سی رطوبتیں آکر جمع ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی مختلف پہلوؤں سے نقصان کا باعث ہیں۔ اس کا یہ مستقل نقصان اپنی جگہ ہے کہ جماع کی اس ہیئت میں استقرار حمل اور بچے کی پیدائش کا امکان بہت کم رہتا ہے[۳] کہا جاتا ہے کہ مباشرت کی یہ صورت وہ عورتیں اختیار کرتی ہیں جن کا جنسی جوش و جذبہ غیر معمولی طور پر بڑھا

۱۔ حوالہ سابق   ۲۔ نووی بر مسلم : ۱/۱۵۶

۳۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ۴/۲۵۶

ہوا ہوتا ہے۔[۱] اگر کسی عورت کی اپنے کمزور مرد سے فطری انداز میں پوری طرح جنسی تسکین نہ ہو پا رہی ہو تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسے اپنے جوڑ کے مرد سے دوسری شادی کر لینی چاہیئے۔ ورنہ طبیعت اور ذوق کا فساد ایک بڑی برائی ہے جو دوسری بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ اسلام جس طرح دوسری برائیوں کو ناپسند کرتا ہے طبیعت اور ذوق کے فساد کی بیماری کو بھی وہ سخت ناپسند کرتا اور اس سے برأت اور بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔

۷۔ حالت حیض اور پیچھے کے راستے سے مباشرت کی ممانعت

اپنی بیوی سے مجامعت آدمی پاکی کی حالت میں کر سکتا ہے۔ ماہواری کے دنوں میں اس سے خاص زن و شوئی تعلق قائم کرنا منع ہے۔ قرآن حکیم میں اس مسئلہ کی تفصیل کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝ (البقرہ: ۲۲۲)	لوگ آپ سے حیض کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ یہ گندگی ہے تو تم حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے پاس نہ آؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں تو جب وہ خوب صاف ستھری ہو جائیں تو ان کے پاس اس طریقہ سے آؤ جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ بڑھ کر توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور بڑھ کر صفائی ستھرائی اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

معلوم ہے کہ عورت مہینے میں کچھ دن حیض (MENSES) سے ہوتی ہے، قرآن نے اس کو بیماری اور گندگی 'اذی' قرار دے کر اس عرصہ میں مردوں کو عورتوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ حیض کی مدت کی تعیین میں ائمہ اسلام کے درمیان اختلاف ہے امام مالکؒ کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے، اسی کے قائل امام شافعیؒ بھی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ جہاں تک

---

[۱] سیکس نوجوانوں کے لیے / ۲۰۴۔ بحوالہ بالا نیز سیکس تکنیک / ۹۹

حیض کی کم سے کم مدت کا سوال ہے تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ عورت کو ایک بار بھی خون آجائے تو وہ اسے حیض مان لیتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اس کی کم سے کم مدت تین دن قرار دیتے ہیں[1] حنابلہ کے نزدیک حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے[2]۔ ان مختلف مسالک کے مطابق حیض کی کم سے کم مدت سے کم کا وقفہ اسی طرح حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت کا زمانہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہوگا جس میں مرد عورت سے دوسرے طریقوں سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ اس سے خاص زن و شوئی تعلق بھی قائم کرسکتا ہے۔

حیض (MENSES) کی حالت میں شوہر اپنی بیوی سے خاص جنسی تعلق مباشرت اور مجامعت (COITUS) کے علاوہ اس سے ہر طرح سے فائدہ اٹھا سکتا اور جنسی تسکین حاصل کرسکتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ کھاپی سکتا اور اس کے ساتھ ایک بستر میں لیٹ سکتا ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے[3] بخاری و مسلم کی روایتیں ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے حالت حیض میں مباشرت کے علاوہ مختلف صورتوں سے جنسی تسکین کا سامان کرتے تھے لیکن انہی روایتوں میں حضرت عائشہؓ کی یہ صراحت ہے:

وایکم یملک اربہ	تم میں سے کس کو اپنی جنسی خواہش پر
کما کان النبی صلی اللہ علیہ	ویسا قابو ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم یملک اربہ[4]	اپنی جنسی خواہش پر قابو رکھتے تھے۔

اس کی روشنی میں آیت کریمہ میں "فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ" میں 'اعتزال' کا لفظ بہت با معنیٰ ہے۔ اعتزال کے معنی الگ تھلگ اور بالکل دور رہنے کے ہیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ حالت حیض میں شوہر کے لیے اپنی بیوی سے صرف مباشرت ہی منع نہیں ہے بلکہ جسمانی طور پر ان دونوں کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے دور اور الگ تھلگ رہنا چاہیئے۔ حالت حیض میں مرد اپنی عورت کے ساتھ کھاپی سکتا اور مجامعت کے علاوہ اس سے ہر طرح کی لطف و لذت حاصل کرسکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں

---

[1] بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد: ۱/۵۰ [2] المغنی لابن قدامہ: ۱/۳۰۸ [3] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۵۹
[4] بخاری جلد ۱ کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض، مسلم جلد ۱ کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض فوق الازار۔

اس کی صراحت کر دی ہے۔ ارشاد ہوا :

اصنعوا کل شئ الا النکاح[1] — نکاح کے ماحصل (مباشرت) کے علاوہ سب کچھ کر سکتے ہو۔

رازدار شریعت حضرت عائشہ رضؓ سے سوال کیا گیا :

ما للرجل من امرأته وھی حائض ؟ — مرد کے لیے اپنی عورت سے جبکہ وہ حیض کی حالت میں ہو کس قدر کی اجازت ہے ؟

جواب ملا :

فقالت : له کل شئ الا فرجھا[2] — فرمایا : اس کے لیے سب کچھ روا ہے سوائے اس کی شرمگاہ کے۔

حضرت مسروق ہی کی دوسری روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا :

ما یحل للرجل من امرأته اذا کانت حائضا ؟ — مرد کے لیے اپنی عورت سے کس قدر حلال ہے جبکہ وہ حیض سے ہو ؟

جواب میں فرمایا :

قالت : کل شئ الا الجماع[3] — فرمایا : سب کچھ، سوائے مجامعت کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں مرد اپنی بیوی سے خاص جنسی تعلق کے علاوہ دوسرے ہر طرح سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، البتہ آیت کریمہ کے الفاظ "فاعتزلوا النساء فی المحیض" حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو — کا تقاضا ہے خاص معاشرت کے معاملات یعنی کھانے پینے وغیرہ سے ہٹ کر دوسرے طریقوں سے جنسی آسودگی کے معاملے میں بیوی سے اس حالت میں زیادہ سے زیادہ دور رہنا ہی بہتر ہے۔ خاص طور سے اس صورت میں جبکہ جوانی اور صحت وغیرہ کے تقاضے سے اوپری جنسی استفادہ سے مباشرت و مجامعت کا خطرہ یا اس کا غالب امکان ہو جو تمام علماء کے اتفاق سے اس حالت میں حرام اور ممنوع ہے[4]

---

[1] ابن کثیر ۱/۲۵۸ — [2] تفسیر ابن کثیر : ۱/۲۵۹

[3] حوالہ سابق — [4] حوالہ مذکور

اس احتیاط کے باوجود اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی سے مباشرت کرلیتا ہے تو روایات کے اختلاف سے اس کے لیے ایک دینار یا نصف دینار کا صدقہ کرنا واجب ہے[1] دوسرے ائمہ امام مالکؒ، شافعیؒ اور ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے صرف اپنے گناہ کی معافی مانگ لینا کافی ہے۔ کوئی کفارہ واجب نہیں ہے[2]

حیض کے بعد جب عورت پاکی کی حالت میں آجائے تو اس سے خاص جنسی تعلق قائم کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جیسا کہ آگے آیت کریمہ میں صراحت ہے:

وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

(البقرہ: ۲۲۲)

تم ان کے پاس نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک نہ ہوجائیں تو جب وہ اچھی طرح صاف ستھری ہوجائیں تو ان کے پاس آؤ اس طرح جس طرح کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ بڑھ کر توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور بڑھ کر صفائی ستھرائی اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

آیت میں دو الفاظ 'یَطْهُرْنَ' اور 'تَطَهَّرْنَ' کے استعمال کیے گئے ہیں۔ فرمایا کہ عورتوں سے اس وقت تک قریب نہ ہو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہوجائیں 'وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ' آگے فرمایا کہ جب وہ اچھی طرح سے پاک صاف ہولیں تو ان کے پاس آؤ۔ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے 'فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ'۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حیض سے پاکی کے بعد بھی عورت سے مقاربت اسی وقت کی جاسکتی ہے جبکہ وہ نہا دھوکر اچھی طرح سے پاک صاف ہولے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور کا یہی مسلک ہے کہ جب تک عورت حیض کے بعد غسل نہ کرے اس سے مقاربت جائز نہیں ہے[3] البتہ امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے کہ عورت اگر حیض سے زیادہ سے زیادہ مدت پوری کرنے کے بعد، جو ان کے نزدیک دس دن ہے، پاک ہو تو غسل کے بغیر اس سے مقاربت جائز ہے[4] دونوں مسالک کو ملا کر بات کہی جاسکتی ہے کہ حیض سے پاکی کے بعد عورت

---

[1] بدایۃ المجتہد: ۱/۵۹ نیز تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۵۹۔ [2] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۵۹ نیز بدایۃ المجتہد: ۱/۵۹۔ [3] بدایۃ المجتہد: ۱/۵۷ [4] حوالہ سابق ۱/۵۷-۵۸۔ نیز تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۰

سے مباشرت تو کی جاسکتی ہے لیکن جیسا کہ آیت کریمہ کے الفاظ "فاذا تطہرن" کا تقاضا ہے، جو مبالغہ کا صیغہ ہے اور جس کے معنی پاکی اور صفائی میں مبالغہ کے ہیں، بہتر یہی ہے کہ غسل سے پہلے عورت سے مباشرت نہ کی جائے۔ آگے یہ جو فرمایا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرہ: ۲۲۲)

بے شک اللہ بڑھ کر توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور بڑھ کر صفائی ستھرائی اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

اس کا بھی یہی تقاضا معلوم ہوتا ہے کہ حیض سے پاکی کے بعد جب تک کہ عورت نہا دھو کر اچھی طرح پاک صاف نہ ہو جائے اس سے مقاربت بہتر نہیں ہے۔ حیض کی حالت میں مباشرت طبی لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے ہونے والی اولاد میں کوڑھ کی بیماری پیدا ہوتی ہے[۱] جہاں تک مختلف پہلوؤں سے اس کے نقصان دہ ہونے کا سوال ہے تو اس پر تمام اطبار کا اتفاق ہے[۲]

حیض ہی کا حکم نفاس کا بھی ہے۔ حائضہ ہی کی طرح جو عورت نفاس سے ہو اس سے اس مدت میں خاص جنسی تعلق قائم کرنا حرام ہے۔ البتہ مباشرت کے علاوہ دوسرے طریقوں سے اس سے جنسی تسکین حاصل کی جاسکتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے[۳] حیض ہی کے مانند بچے کی پیدائش کے بعد آنے والے خون 'نفاس' کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کی تعیین میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔ اسی کے قائل امام شافعیؒ بھی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی کم سے کم حد پچیس دن ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ساٹھ دن ہے۔ علمار صحابہؓ کی اکثریت کے نزدیک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ اسی کے قائل حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں[۴] حنابلہ کے نزدیک بھی نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے[۵] اس کی کم سے کم مدت

---

[۱] احیاء علوم الدین: ۲/ ۵۰ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۴/ ۴۷۔ [۲] حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/ ۱۳۵ [۳] المغنی لابن قدامہ: ۱/ ۳۵۰۔ [۴] بدایۃ المجتہد: ۱/ ۵۲ نیز المغنی: ۱/ ۳۴۵۔ [۵] المغنی لابن قدامہ: ۱/ ۳۴۵

کے لیے ان کے نزدیک بھی کوئی حد نہیں ہے۔ البتہ ان کے نزدیک مستحب ہے کہ جب تک عورت چالیس دن پورے نہ کرے شوہر اس کے ساتھ مجامعت (COITUS) کا خاص زن وشوئی تعلق قائم نہ کرے[1] نفاس کی حالت میں اگر شوہر اپنی بیوی سے خاص زن وشوئی تعلق قائم کرے تو اس کے کفارہ میں بھی وہی اختلاف ہے جس کا ذکر اس سے قبل حیض کے سلسلے میں ہو چکا ہے[2]۔

زیر بحث آیت کریمہ سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ بیوی سے مباشرت ہر حال میں اس کے آگے کے راستے ہی سے کی جا سکتی ہے۔ عورت کو حیض کا خون آگے کے راستے سے آتا ہے جس کو قرآن نے بیماری اور نجاست 'اذیٰ' قرار دے کر اس عرصہ میں اس کے پاس آنے سے منع کیا ہے۔ آگے جب یہ فرمایا کہ اس نجاست سے پاکی کے بعد عورت جب نہا دھو کر خوب پاک صاف ہو جائے تو اس کے پاس اس راستے سے آؤ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے 'فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ' تو اس سے یہ بات خود بخود واضح ہو گئی کہ حیض کی عارضی رکاوٹ کی وجہ سے جس راستے سے آنے سے منع کیا گیا تھا، اس رکاوٹ کے رفع ہو جانے کے بعد پھر آدمی اسی راستے سے ہی آسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی سے آدمی مباشرت ہر حال میں آگے کے راستے ہی سے کر سکتا ہے۔ اگر پیچھے کے راستے سے اس فعل کی کوئی گنجائش ہوتی تو حیض کے دوران عورت سے دور رہنے کا حکم بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے[3] قرآن کے اس اشارے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں کھول دیا ہے۔ مختلف اور متعدد احادیث میں آپؐ نے اپنی بیوی کے پاس پیچھے کے راستے سے آنے سے منع فرمایا ہے اور اس کے سلسلے میں سخت ترین وعیدیں سنائی ہیں۔ ابن ماجہ، ترمذی اور سنن دارمی کی روایت ہے۔ خزیمہ بن ثابت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن الله لا يستحي من الحق ثلاث مرات لا تاتوا النسآء في ادبارهن[4]	یقیناً اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔ یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ عورتوں کے پاس ان کے پیچھے کے حصے میں نہ آؤ۔

---

[1] حوالہ سابق ۳۴۷/۱، ۳۴۸۔ [2] حوالہ مذکور ۳۵۰/۱ [3] زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ۲۶۱/۴۔

[4] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النہی عن اتیان النساء فی ادبارھن، ترمذی جلد ۱، ابواب الرضاع،۔۔۔

ابن ماجہ ہی کی دوسری روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا ینظر اللہ الی رجل جامع امرأته فی دبرها[۱]

اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گا جو اپنی عورت سے اس کے پیچھے کے راستے میں مجامعت کرے گا۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لا ینظر اللہ الی رجل اتی رجلا او امرأة فی الدبر[۲]

اللہ تعالیٰ (روز قیامت) اس شخص کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا کسی عورت کے پاس پیچھے کے راستے میں آئے گا۔

اسی طرح مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ملعون من اتی امرأته فی دبرها[۳]

اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو اپنی

ـــــ باب ماجاء فی کراہۃ اتیان النساء فی ادبارہن، سنن الدارمی علیٰ ہامش المنتقیٰ۔ کتاب النکاح، باب النہی عن اتیان النساء فی اعجازھن۔ مسند احمد: ۵/۲۱۳۔ زاد المعاد: ۴/۲۵۸ کے محولہ ایڈیشن میں حاشیہ میں یہ حوالہ غالباً ٹائپ کی غلطی سے: مسند احمد: ۲/۲۱۳۔ چھپ گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ صحیح حوالہ: مسند احمد: ۵/۲۱۳ ہے۔ ایضاً رواہ ابن حبان وصححہ۔ فتح الباری: ۸/۱۳۲، ۱۳۳۔

[۱] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النہی عن اتیان النساء فی ادبارھن، مسند احمد: ۲/۲۷۲، ۳۴۴۔ ایضاً رواہ فی شرح السنۃ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب المباشرہ فصل ثالث۔ ورواہ ایضاً ابن حبان وصححہ، فتح الباری: ۸/۱۳۳

[۲] ترمذی جلد ۱۔ ابواب الرضاع، باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان النساء فی ادبارھن۔ ایضاً رواہ ابن حبان وصححہ، فتح الباری: ۸/۱۳۳

[۳] مسند احمد: ۲/۴۴۴، ۴۷۹ نیز ابوداؤد جلد ۱ کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح۔

عورت کے پاس اس کے پیچھے کے راستے میں
آتا ہے ۔

ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور ابوداؤد وغیرہ کی ایک روایت کے الفاظ اور سخت ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من أتى حائضا او امرأة	جو شخص کسی حائضہ عورت یا کسی عورت کے
فی دبرھا او کاھنا فقد	پاس اس کے پیچھے کے راستے میں یا کسی کاہن کے
کفر بما انزل علی	پاس آتا ہے تو یقیناً اس نے اس شریعت کا انکار
محمد صلی اللہ علیہ وسلم[1]	کیا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے ۔

سنن بیہقی میں اس روایت کے الفاظ ہیں :

من اتی شیئا من	جو شخص مردوں یا عورتوں میں سے ان کے
الرجال و النساء فی	پیچھے کے راستے میں کسی قدر بھی آتا ہے تو یقیناً
الادبار فقد کفر[2]	وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے ۔

شوہر اپنی بیوی کے پاس کس طرح آئے اس سلسلے میں آیت کریمہ :

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا	تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں تو تم اپنی
حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ (البقرہ : ۲۲۳)	کھیتی میں جس طرح چاہو آسکتے ہو ۔

بہت جامع ہے۔ اس آیت کریمہ کا ایک خاص پس منظر ہے جس سے اس کے صحیح مفہوم پر روشنی پڑتی ہے ۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہود کا کہنا تھا کہ اگر آدمی اپنی عورت کے پاس اس کے آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے آئے گا تو لڑکا بھینگا پیدا ہوگا ۔ یہ یہود کی اپنے او پر لادی ہوئی بے جا سختیوں میں سے ایک سختی تھی جسے انھوں نے اپنے طور پر ایجاد کر رکھا تھا ۔ سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت کریمہ اس کے جواب میں نازل ہوئی[3] ۔ صحیح مسلم میں زہری

---

[1] ترمذی جلد ۱ ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الحائض، ابوداؤد جلد ۲ کتاب الکہانۃ والتطیر، باب النہی عن اتیان الکہان نیز مسند احمد ۲/۴۰۸، ۴۷۶ ۔ [2] بحوالہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ۴/۲۵۷ ۔ اس مضمون کی مزید روایات کے لیے ملاحظہ ہو : زاد المعاد : ۴/۲۵۷ تا ۲۶۱ ۔ نیز تفسیر ابن کثیر : ۱/۲۶۰ تا ۲۶۴ ۔ [3] صحیح بخاری، جلد ۲ کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم الخ ۔ مسلم جلد ۲ کتاب النکاح ـــ

کی روایت میں اس پر اضافہ ہے جس سے آیت کا صحیح مفہوم واضح ہوتا ہے :

إن شاء مجبية، وان شاء غير مجبية، غير أن ذلك في صمام واحد[1]

مرد چاہے تو اپنی عورت کے پاس اس طرح آئے کہ وہ اپنے منھ کے بل اوندھی ہو اور چاہے تو اس طرح آئے کہ وہ اوندھی ہوئی نہ ہو مگر یہ سب کچھ ایک ہی سوراخ (شرمگاہ) ہی میں ہونا چاہیئے ۔

"مُجَبِّيَة" میم کے پیش جیم کے زبر اور بے کے زیر اور تشدید کے ساتھ اس کے معنی ہیں چہرے کے بل اوندھی ہوئی صورت میں ۔ صِمَام، صاد کے زیر سے، اس کے معنی سوراخ کے ہیں۔ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ نووی فرماتے ہیں :

قال العلماء وقوله تعالىٰ فاتوا حرثكم انى شئتم اى موضع الزرع من المرأة وهو قبلها الذى يزرع فيه المنى لا تبغاء الولد ففيه اباحة وطيها فى قبلها ان شاء من بين يديها وان شاء من ورائها وان شاء مكبوبة واما الدبر فليس هو بحرث ولا موضع زرع ومعنى

علما نے کہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا قول : تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ ۔ اس کا مطلب ہے عورت کی کاشت کی جگہ ۔ اور یہ اس کی شرمگاہ ہے جس میں اولاد کی خواہش سے منی کا بیج ڈالا جاتا ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کے لیے اپنی عورت سے اس کی شرمگاہ میں ہر طرح سے مباشرت کرنا جائز ہے ۔ چاہے تو اس کے آگے سے اور چاہے تو اس کے پیچھے سے اور چاہے تو اس طرح کہ وہ منھ کے بل اوندھی ہو ۔ البتہ جہاں تک پیچھے کے حصے کا تعلق ہے تو

ـــــ باب جواز جماع امرأته فى قبلها من قدامها ومن ورائها من غير تعرض للدبر ۔ نیز ترمذی جلد ۲ ابواب التفسیر، تفسیر سورة البقرہ/۱۲۲ ۔ قال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح

[1] مسلم حوالہ سابق ، حافظ ابن حجر کا کہنا ہے کہ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ روایت کی یہ مزید تشریح خود زہری کی ہے ۔ اس لیے کہ روایت کے دوسرے طریقوں میں ان کی کثرت کے باوجود اس اضافے کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ فتح الباری : ۸/۱۴۳

قولہ انی شئتم — نہ وہ کھیتی کی جگہ ہے اور نہ بیج ڈالنے کی جگہ ہے۔
ای کیف شئتم[1] — اللہ تعالیٰ کے قول 'أنی شئتم' کا مطلب ہے تم جس طرح چاہو (اپنی بیوی کے پاس آسکتے ہو)

اپنی بیوی کے پاس پیچھے کی سمت سے آگے کے راستے میں آنے کے سلسلے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ جامع ترمذی اور مسند احمد کی روایت ہے۔ واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس ہیں۔ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض پرداز ہوئے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو برباد ہوگیا۔ 'یارسول اللہ هلکت' اس پر آپ نے دریافت فرمایا: تم کاہے کو برباد ہوگئے: قال وما اهلکك؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کنایہ کی زبان استعمال کرتے ہوئے عرض احوال کی:

حولت رحلی البارحة — رات میں نے اپنی سواری کا کجاوہ پلٹ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کوئی جواب نہیں دیا۔ راوی کہتے ہیں اسی موقعہ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ — تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں۔ تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آسکتے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل میں فرمایا:

اقبل وادبر واتق الدبر والحيضة[2] — چاہے آگے سے آؤ، چاہے پیچھے سے آؤ۔ البتہ پیچھے کے راستے اور حیض کی حالت سے دور رہو۔

انہی احادیث و آثار کی بنا پر امت کے تمام قابل لحاظ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں:

اتفق العلماء الذين يعتد بهم على تحريم وطی — تمام قابلِ لحاظ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت سے اس کے پیچھے کے راستے میں مباشرت

---

[1] شرح نووی للمسلم علی المسلم: ۱/۴۶۳
[2] ترمذی جلد ۲ ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرہ/ ۱۲۲۔ قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب۔ نیز مسند احمد: ۱/۲۹۷

المرأۃ فی دبرھا حائضا کانت او طاھرا [1]	کرنا حرام ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ حیض کی حالت میں ہو یا پاکی کی حالت میں ہو۔

آگے اس کی حرمت کے دائرے کو مزید وسیع کرتے ہوئے حضرات شوافع کا مسلک بیان کرتے ہیں:

قال اصحابنا لایحل الوطی فی الدبر فی شئ من الآدمیین ولا غیرھم من الحیوان فی حال من الاحوال [2]	ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ معاملہ آدمی کا ہو یا جانور کا، پیچھے کے راستے میں مباشرت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کسی بھی حالت میں حلال اور جائز نہیں ہے۔

مباشرت میں مرد کے ساتھ بیوی کا لطف و لذت بھی اس کا بنیادی حق ہے۔ پیچھے کے راستے سے اس عمل میں بیوی کا یہ بنیادی حق مارا جاتا ہے۔ حفظان صحت اور طبی پہلو سے بھی یہ چیز حد درجہ نقصان دہ ہے۔ مزید برآں ذوق و مزاج کے فساد کی علامت کے اس فعل بد سے آدمی کا دل سیاہ اور اس کے چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ حق تعالیٰ کی نعمتوں کے زوال کا بھی یہ بڑا سبب ہے۔ ایسا شخص معاشرے میں لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اس فعل بد کی نحوست اس کے اوپر پوری طرح ظاہر ہو جاتی ہے [3] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں عورت اور مرد کے جنسی تعلق کو مٹھاس اور رس سے تعبیر کیا ہے۔

لا حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک [4]	نہیں یہاں تک کہ تو اس کے مٹھاس کو چکھ لے اور وہ تیرے مٹھاس کو چکھ لے۔

اس کا بھی تقاضا ہے کہ مرد عورت سے مباشرت ہر حال میں آگے کے راستے ہی میں کر سکتا ہے مباشرت کی اسی صورت میں مرد کی طرح عورت اس کی لذت اور مٹھاس کو حاصل کر سکتی ہے۔

---

[1] شرح نودی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۶۳۔ [2] حوالہ سابق [3] زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۴/۲۶۲، ۲۶۳۔ [4] بخاری جلد ۲ کتاب الطلاق، باب اذا طلقہا ثلاثا ثم تزوجت بعد العدۃ زوجا غیرہ فلم یمسہا۔ حضرت رفاعہ قرظیؓ کی بیوی کا مشہور واقعہ جنھوں نے اپنے شوہر سے تین طلاقیں پا جانے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد ان سے خاص زن و شوئی تعلق قائم ہوئے بغیر اپنے پہلے شوہر کے پاس واپس آنا چاہا۔ آگے جنسی تسکین کا ——

شوہر اپنی بیوی کے پاس آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے آسکتا ہے اس میں کوئی کھٹکا نہیں ہے لیکن ہر حال میں اسے مباشرت آگے کے راستے ہی میں کرنی ہوگی۔ سلف میں جن لوگوں کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس پیچھے کے راستے سے آنے کے جواز کے قائل تھے ان کا منشا یہی تھا کہ آدمی آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے آسکتا ہے۔ راوی کو غلط فہمی ہوگئی اور اسے اس نے اس طرح بیان کیا کہ مرد اپنی بیوی کے پاس پیچھے کی سمت سے آسکتا ہے۔ جبکہ شریعت اسلامی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سلف سے لے کر خلف تک ہر ایک کے نزدیک یہ حرام ہے، مالکی مذہب میں بھی مشہور مسلک یہی ہے[۱] مرد اپنی بیوی کے پاس آگے کے راستے میں جس طرح چاہے اور جس سمت سے چاہے آسکتا ہے لیکن ہر حال میں مباشرت وہ آگے کے راستے ہی میں کرسکتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے پیچھے کے راستے میں مباشرت کرتا ہے اور وہ برضا و رغبت اس کے لیے آمادہ ہوتی ہے تو ان دونوں کی تعزیر کی جائے گی۔ اس کے باوجود بھی اگر وہ باز نہ آئیں تو ان دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی جس طرح کہ اس طرح کے دو فاجر مردوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جاتا ہے[۲] اپنی بیوی سے پیچھے کے راستے میں مباشرت اسلامی شریعت میں حرام ہے۔ عامۂ ائمہ مسلمین کا یہی مسلک ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ان کے علاوہ دوسرے تمام لوگوں کی یہی رائے ہے[۳] سلف کی پوری جماعت نے اس پر شدید نکارت کا اظہار کیا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگوں نے اس فعل شنیع کے ارتکاب پر کفر کا اطلاق کیا ہے[۴] عضو کو داخل کیے بغیر مرد اپنی بیوی کے پچھلے حصے سے جنسی تسکین حاصل کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج اور ناپسندیدگی کا پہلو نہیں ہے۔ صاحب مغنی علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ولا بأس بالتلذذ بها بين الأليتين من غير إيلاج[۵]	عضو کو داخل کیے بغیر بیوی کے پچھلے حصے کے درمیان سے لطف اندوز ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

——— وسیع دائرہ' میں 'جوڑ کے نکاح' کی بحث میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

[۱] فتاویٰ ابن تیمیہؒ: ۳۲/۲۶۵، ۲۶۶۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۴/۲۶۱، نیز تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۴، ۲۶۵

[۲] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۲/۲۶۷ [۳] حوالہ سابق [۴] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۵

[۵] المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۳

۸۔ شرمگاہ دیکھنے کی کراہت

اسلامی اصولوں کے مطابق جماع کا ایک ادب یہ ہے کہ آدمی مباشرت کے وقت بیوی کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور اتفاقیہ دیکھ بھی لے تو اسے مسلسل دیکھنے سے پرہیز کرے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ — تمھاری عورتیں تمھارے لیے لباس ہیں
لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ:۱۸۷) — اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

اور ظاہر ہے کہ لباس سے جسم کا کون سا حصہ چھپا رہ سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں صراحت ہے کہ مرد کے لیے اپنی بیوی اور باندی سے اپنی ستر عورت کو چھپانے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

احفظ عورتك الامن — اپنی ستر عورت کی نگہداشت رکھو سوائے
زوجتك او ما ملكت — اپنی بیوی کے اور اس (باندی) کے جو تمھاری
يمينك[۱] — ہاتھ کی ملک ہو۔

لیکن اسلام جس شرم و حیاء کو اپنا طرۂ امتیاز قرار دیتا ہے اور اسے ایمان و اسلام کا اہم ترین شعبہ گردانتا ہے[۲]۔ اسی طرح زندگی کے ہر دائرے میں جس طرح وہ شائستگی اور وقار کو لازم پکڑنے کی تاکید کرتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ میاں بیوی خاص طور پر مباشرت کے وقت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے سے پرہیز کریں۔ جس طرح مباشرت کے وقت شوہر اور بیوی کا بالکل بے ستر ہونا اچھا نہیں ہے گو کہ اس کی اجازت ہے اور کوئی قدغن نہیں ہے، اسی طرح اس حالت میں دونوں کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کا دیکھنا بھی بہتر نہیں ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اس سلسلے میں علی الاطلاق اپنا طرز عمل یہ بیان کرتی ہیں:

عن عائشة قالت — حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

---

۱ ترمذی جلد ۲۔ ابواب الادب۔ باب ما جاء فی حفظ العورۃ۔ قال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح۔ نیز ابن ماجہ، ابواب النکاح۔ باب التستر عند الجماع۔
۲ بخاری جلد ۱۔ کتاب الایمان باب امور الایمان الخ مسلم جلد ۱۔ کتاب الایمان، باب شعب الایمان۔

مانظرت اوما رأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط[1]	فرماتی ہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا۔

روایت کے دوسرے الفاظ میں اس پر اضافہ ہے۔ اس کے مطابق،

قالت: مارأیتہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا رآہ منی[2]	فرماتی ہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ دیکھی، نہ آپؐ نے میری شرمگاہ دیکھی۔

تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ دنیا کی تمام عورتوں پر ان کی فضیلت اور برتری کا آپؐ نے کھلے بندوں اعلان بھی فرمایا۔ ارشاد ہوا:

فضل عائشۃ علی النسآء کفضل الثرید علی سائر الطعام[3]	عائشہؓ کی فضیلت دوسری تمام عورتوں پر ویسے ہی ہے جیسے ثرید (روٹی اور گوشت سے تیار ہونے والی عرب کی محبوب ترین غذا) کی فضیلت دوسرے تمام کھانوں پر مسلم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے اس غیر معمولی محبت و تعلق کی وجہ ان کی ذہانت و فطانت، اعلیٰ دماغی ادراک کی بڑھی ہوئی فہم و فراست کے علاوہ ایک بالکل فطری اور طبعی ان کا کنوارا پن بھی تھا۔ معلوم ہے کہ آپؐ کی نو/دس تمام ازواج مطہراتؓ سب کی سب شوہر آشنا اور بیوائیں تھیں۔ یہ صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں جو کنوارے پن میں آپؐ کے حبالۂ عقد میں آئی تھیں۔ اور شادی کے وقت بہت کم عمر اور کمسن بھی تھیں تمام ازواج مطہرات میں ان کا یہ وہ امتیاز تھا جس کی وجہ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری سب سے چہیتی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پر بھی فوقیت رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کو بجا طور پر اس

---

[1] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب التستر عند الجماع۔ [2] المغنی لابن قدامہ: ۵۵۸/۶

[3] بخاری جلد ۱، کتاب المناقب، باب فضل عائشہؓ، مسلم جلد ۲، کتاب الفضائل، باب فی فضل عائشہؓ سنن نسائی جلد ۲، کتاب عشرۃ النساء، باب حب الرجل بعض نسائہ اکثر من بعض۔

کا احساس بھی تھا اور اپنے محبوب شوہر کے سامنے اشاروں کنایوں میں موقع کی مناسبت سے انھوں نے اس کا اظہار بھی کیا[1] نوعمری کے تقاضے کے باوجود جب حضرت عائشہؓ نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کی طرف نگاہ نہ کی اور اپنی تمام ازواج میں ان کی ترجیحی حیثیت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ستر خاص پر نظر نہ ڈالی تو دوسری تمام ازواج مطہراتؓ کے سلسلے میں بدرجہ اولی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علی الاطلاق کبھی بھی آپ نے ان میں سے کسی کی ستر خاص کو نہ دیکھا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اسی طرز عمل کی وجہ سے شوہر اور بیوی دونوں کے لیے خاص ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے کو مکروہ کہا گیا ہے[2] جیسا کہ قرآن وسنت کے مذکورہ نصوص سے واضح ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں کے لیے ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔ شرمگاہ بھی اسی میں شامل ہے لیکن پاک رسولؐ کے پاک طرز عمل سے جس کی تفصیل اوپر گزری شرمگاہ دیکھنے کی کراہیت ثابت ہوتی ہے۔[3]

یہ صحیح ہے کہ خوف خدا اور خشیت وتقویٰ میں آپؐ کے بڑھے ہوئے مرتبے کی طرح، اخلاق عالیہ کے سلسلہ میں بھی آپؐ کے درجہ بلند کو چھونا آسان نہیں ہے۔ آپؐ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی کسی عورت اور خادم کو ہاتھ سے نہیں چھوا[4]، اس اخلاق نبوی کے تتبع کی آج کون ہمت کر سکتا ہے۔ اسی طرح آپؐ کا جذبۂ حیا بھی بہت بلند تھا جس کی پیروی آسان نہیں ہے لیکن جب قرآن نے آپؐ کی ذات گرامی کو علی الاطلاق پوری زندگی کے لیے اسوہ اور نمونہ قرار دیا ہے[5] تو اس کا تقاضا ہے کہ مباشرت کے ادب میں بھی نگاہیں آپؐ کی طرف اٹھی رہیں۔ معیار نبوت سے ہٹ کر شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ کو اتفاقیہ دیکھ بھی لیں تو مباشرت کے وقت لگاتار اور مسلسل دیکھنے سے پرہیز لازم ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ بھی اسی خیال کے قائل ہیں کہ مرد کے لیے اپنی عورت کے تمام بدن سے کسی چیز کا دیکھنا اور چھونا حرام اور منع نہیں ہے۔ البتہ شرمگاہ کا دیکھنا مکروہ ہے[6] اگرچہ ایک قول یہ بھی

---

[1] بخاری جلد ۲ کتاب النکاح، باب نکاح الابکار۔

[2] المغنی لابن قدامہ: ۶/۶۵۷۔ [3] حوالہ سابق [4] مسلم جلد ۲، کتاب الفضائل۔ باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم الآثام واختیارہ من المباح اسہلہ الخ۔ نیز: ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب ضرب النساء۔

[5] احزاب: ۲۱ [6] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۲/۲۷۲

ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عام حالات میں تو یہ چیز مکروہ نہیں البتہ خاص مباشرت کے وقت ایسا کرنا مکروہ ہے[1] امام رازی نے مطلق بیوی کی شرمگاہ دیکھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اور اس کی وجہ بیان کی ہے کہ اس سے اولاد اندھی پیدا ہوتی ہے[2]

عورت کی شرمگاہ دیکھنے کو طبی لحاظ سے بھی نقصان دہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ جن چند چیزوں کی طرف دیکھنے سے نگاہ کمزور ہوتی ہے ان میں سے ایک عورت کی شرمگاہ کا دیکھنا بھی ہے[3] امام غزالی رحہ بھی جماع کے آداب میں ایک بات اسے قرار دیتے ہیں کہ آدمی عورت کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ اس کی وجہ وہی بیان کرتے ہیں جو عام طور پر بیان کی جاتی ہے کہ اس سے اولاد اندھی پیدا ہوتی ہے[4] مقاربت کی مطلوبہ لذت کے پہلو سے بھی اس وقت شرمگاہ کا دیکھنا کچھ مفید مطلب نہیں ہے۔ اس سے توجہ بٹتی، قوت منتشر ہوتی اور مجامعت کی مطلوبہ لذت میں کمی آجاتی ہے۔ (جاری ہے)

---

[1] حوالہ مذکور۔ [2] مفاتیح الغیب: ۲۹/۶/۲ علامہ ناصر الدین البانی نے اپنے رسالہ 'آداب الزفاف' میں ابن ماجہ کی حضرت عائشہ رضہ کی مذکورہ روایت — 'میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کو کبھی نہ دیکھا' کی سند پر لمبی بحث کرکے اس کی تضعیف کی ہے۔ اگرچہ مغنی ابن قدامہ کے مذکورہ حوالہ سے روایت کے دوسرے ٹکڑے 'رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میری شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا' سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضہ کی بخاری ومسلم کی روایت کے حوالہ سے کہ 'میں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل بے تکلفی سے ایک برتن کے پانی سے کرتے تھے' علامہ کا رجحان شوہر و بیوی کے لیے ایک دوسرے کے دیگر اعضاء ستر کے ساتھ مطلق ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے کے جواز کی طرف ہے۔ آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ ۳۳/۳۵ ــ منشورات المکتب الاسلامی (بیروت) ۱۳۸۸ھ لیکن سند کے پہلو سے قطع نظر جواز اور ممانعت کی ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ام المومنین عائشہ رضہ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ستر نہانا ناقابل تصور ہے۔ اس صورت میں طرفین کی ایک دوسرے پر نگاہ اتفاقیہ اور شرمگاہ پر پڑتی بھی ہے تو بہت ہلکی ہی پڑسکتی ہے جبکہ ممانعت کی روایت کو شرمگاہ کے بھرپور دیکھنے کی طرف محمول کرنا ہی ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے۔ شوہر و بیوی کے ایک دوسری کی شرمگاہ کو اس طرح اتفاقیہ اور ہلکے دیکھنے کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ خلاف مروت شرمگاہ کو مسلسل اور لگاتار دیکھنا ہے۔ تقاضائے احتیاط ہے کہ اس طرح کے مواقع پر صحاح کی روایات میں سند کے ضعف کو نظر انداز کرتے ہوئے ان پر عمل کو ترجیح دی جائے جیسا کہ فقہائے امت کا عام طور پر طرز عمل ہے۔

[3] احیاء علوم الدین: ۲/۲۰، نیز زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۴/۴۰۹۔ [4] الادب للدین غزالی /۱۸